

اصول فقہ: قطعیت و ظنیت کے قدیم و جدید موافق کا تحقیقی جائزہ

Principles of jurisprudence: a research review of the ancient and modern positions of certainty

Published:

25-12-2023

Accepted:

15-12-2023

Received:

10-11-2023

Slaman Khan

PhD scholar, Department of Islamic studies and Research, Qurtuba
University of Science and information Technology Peshawar

Email: salmankhushb1995@gmail.com

Inam Ur Rahman

PhD scholar, Department of Islamic Studies, University of Peshawar

Email: ak1086424@gmail.com

Syed Iqbal Shah

PhD scholar, Department of Islamic studies and Research, Qurtuba
University of Science and information Technology Peshawar

Email: ssyediqbal231@gmail.com

Abstract

The debate has been going since ancient times among the Islamic Jurisprudents, whether the principles of Islamic jurisprudence are definitive (Qatee) or suppositional (Zanni). In order to impose orders on jurisprudential details, the generalities which are used as tool must be definite or their supposition is sufficient for the execution of orders. Before investigating the real problem, the place of dispute is determined and explained. In this issue, there is a difference of opinion among the scholars of Islamic jurisprudence in determining the place of conflict. The reason for the difference is that what is meant by the principles of jurisprudence that are disputed about the certainty and validity of them. In this research article we will talk about the different point of views of the Islamic jurisprudents and the point of conflict.

Keywords: Qatee, Zanni, Islamic, Principles of jurisprudence.

تمہید

اصولیین کے ہاں یہ بحث قدیم دور سے مختلف فیہ چلی آرہی ہے کہ اصول فقہ قطعی ہیں یا ظنی؟ بالفاظ دیگر فقہی جزئیات پر حکم لگانے کے لئے جن کلیات کو بطور اداۃ کے استعمال کیا جاتا ہے ان کا قطعی ہونا ضروری ہے یا پھر اجرائے حکم کے لئے ان کی ظنیت ہی کافی ہے؟

اصل مسئلہ کی تحقیق سے قبل محل نزاع کی تعیین و توضیح کی جاتی ہے۔ اس مسئلہ میں محل نزاع کی تعیین میں علماء اصولیین کا اختلاف ہے، اختلاف کا منشا یہ ہے کہ جن اصول فقہ کی قطعیت و ظنیت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے ان سے مراد کیا ہے؟

پہلا موقف

بعض اصولیین کا کہنا ہے کہ جن اصول فقہ کی قطعیت کا دعویٰ کیا جاتا ہے ان سے مراد مدون صورت میں فن اصول فقہ کے مسائل نہیں ہیں بلکہ وہ اصول مراد ہیں جو کسی جزئی پر حکم لگانے کے وقت مجتہد کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ سوائیک مجتہد کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ کسی فقہی جزیئے پر حکم لگانے میں جو اصول اس کے پیش نظر ہوں وہ اس کے زعم میں قطعی ہو لیں۔ چنانچہ علامہ قرانی رحمہ اللہ نے (فنائس الاصول فی شرح المحصول) میں امام الحرمین الجونی کی کتاب (البرہان) پر علامہ ابیاری رحمہ اللہ کی شرح (التحقیق والبیان) سے ان کا قول نقل کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اصول فقہ قطعی ہیں، ان میں ظن کافی نہیں ہوتا، تاہم علماء جب یہ کہتے ہیں کہ اصول فقہ قطعی ہیں تو اس قول سے ان کی مراد کتب اصول میں مدون مسائل نہیں ہوتے بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جو شخص صحابہ کرام کے قضا یا، مناظرے، اور فتاویٰ کو بکثرت دیکھتا ہو اور نصوص شرعیہ کے موارد و مصادر سے بکثرت مزاولت رکھتا ہو اسے اصول کا علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے اور جس شخص کی مزاولت کم ہو اسے ان اصول کا ظنی علم حاصل ہوتا ہے، علامہ قرانی لکھتے ہیں:

قلت: قال ابیاری فی شرح البرہان: مسائل الاصول قطعیة، ولایکنفی فیہا الظن، ومدرکہا قطعی، ولنکنہ لیس المسطور فی الکتب، بل معنی قول العلماء: انہا قطعیة، ان من کثر استقراءہ واطلاعه علی اقضية الصحابة رضوان اللہ علیہم، ومناظرتهم، وفتاویہم، وموارد النصوص الشرعیة و مصادرہا حصل لہ القطع بقواعد الاصول، ومن قصر عن ذلك لا یحصل لہ الا الظن۔¹

(فنائس الاصول) میں ہی علامہ قرانی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اصول فقہ کے مسائل کا علم صرف اس شخص کو حاصل

ہوتا ہے جو شرعی نصوص و احکام کے موارد اور صحابہ کرام کے قضا یا و فتاویٰ کا وسیع علم رکھتا ہو²۔ مطلب یہ ہے کہ کتب اصول میں مسائل اصولیہ کا صرف پڑھ کر یاد کر لینا ان اصول کی قطعیت علم کے لئے کافی نہیں ہوتا بلکہ ان کلیات کے بارے میں علم قطعی کے حصول کے لئے شریعت مطہرہ کے اوامر و نواہی اور نظام تشریح سے کثرت مزاولت اور نصوص شرعیہ کے موارد و مصادر میں غور و تدبر کرنا بھی ضروری اور لازمی امر ہے، اس کے بعد ہی شرعی احکام کے پشت پر جو اصول و کلیات کارفرما ہوتے ہیں ان کا علم قطعی حاصل ہوتا ہے۔

علامہ قرانی اور علامہ ابیاری کے ان مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اصول فقہ کی قطعیت کا جو قول کیا جاتا ہے، اس سے مراد مجتہد یا مزاول کے ذہن میں موجود اصول ہوتے ہیں نہ کہ کتب اصول میں مدون مسائل اصول۔

دوسرا موقف

بعض دوسرے علماء کا موقف اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مختلف فیہ مسئلہ کا تعلق مجتہد کے ذہن میں موجود اصول کے ساتھ نہیں ہے بلکہ فن اصول فقہ کی صورت میں تدوین شدہ متداول مسائل محل نزاع ہیں۔ چنانچہ علامہ طاہر ابن عاشور نے اپنی کتاب (مقاصد الشریعة الاسلامیة) کے مقدمہ میں جہاں انہوں نے قطعیت و ظنیت اصول فقہ کا مسئلہ چھیڑا ہے علامہ قرانی کے مذکورہ بالا قول کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ قطعیت اصول فقہ کے بارے میں یہ قول باطل ہے کیونکہ ہماری بحث علم اصول فقہ کے ساتھ ہے نہ کہ ان اصول کے ساتھ جو بعض علماء کو کثرت مزاولت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ طاہر ابن عاشور علامہ قرانی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهذا جواب باطل، لاننا بصدد الحكم على مسائل علم اصول الفقه لا على ما يحصل لبعض علماء الشریعة.³

اسی طرح جو علماء، اصول فقہ کی قطعیت کے قائل ہیں ان کے اقوال کے تتبع و استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محل نزاع فن اصول فقہ کے مسائل ہیں نہ کہ مجتہد کے ذہن میں پائے جانے والے اصول، لہذا دوسرے موقف کو ترجیح دیتے ہوئے آئندہ بحث میں اسے بنیاد بنا کر مسئلہ کی تحقیق ذکر کی جائے گی۔

قطعیت و ظنیت اصول فقہ کے بارے میں علماء کے مذاہب

اس مسئلہ میں علماء کے دو مذاہب پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ اصول فقہ کی قطعیت کا قائل ہے جبکہ دوسرا گروہ بعض اصول کی قطعیت کے ماننے کے ساتھ اکثر اصول کے بارے میں ظنیت کی رائے رکھتا ہے۔

پہلا موقف

اصول فقہ کی قطعیت کا موقف جن اصولیین کا ہے، ان میں قاضی ابو بکر باقلانی، امام ابو بکر صیرفی، امام الحرمین جوینی، امام الغزالی اور علامہ الشاطبی جیسے بلند پایا اصولیین شامل ہیں۔

قاضی ابو بکر باقلانی تیسری صدی ہجری کے اصولی ہیں۔ اصول فقہ پر ان کی مستقل ضخیم تصنیف (التقریب والارشاد فی اصول الفقہ) کا اکثر حصہ مطبوع ہے۔ اس کتاب کی تلخیص امام الحرمین جوینی نے (تلخیص التقریب) کے نام سے کی ہے، اس میں وہ اصول فقہ کی قطعیت کے حوالے سے قاضی باقلانی کا مذہب ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام طبری نے قیاس کے اثبات کے لئے حدیث معاذ سے استدلال کرتے ہوئے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ حدیث تو اخبار آحاد میں سے ہے پس اس سے کیونکر قیاس کی حجیت ثابت ہو سکتی ہے؟ تو ہم جواب دیں گے کہ جس طرح احکام کا اثبات اخبار آحاد سے درست ہے، اسی طرح قیاس (اصول فقہ) کا اثبات بھی جائز ہے۔ اس قول پر امام الحرمین (تلخیص التقریب) میں تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اخبار آحاد سے قیاس کا اثبات بہت بڑی لغزش ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ بعد میں کتاب الاجتہاد میں ہم یہ بیان کریں گے کہ ادلہ شریعہ کے اصول کا اثبات صرف دلائل قاطعہ سے ہو سکتا ہے اور جو شخص اس کا قائل نہ ہو وہ بہت بڑی غلطی میں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

هذه هفوة عظيمة، وسنذكر في كتاب الاجتهاد ان اصول الادلة الشرعية لا تثبت الا بما يقتضی العلم من الادلة القاطعة، ومن قال غير ذلك فقد زل زلة عظيمة.⁴

اسی مسئلہ میں امام الحرمین نے (تخلیص التقریب) کے کتاب التقلید میں قاضی باقلانی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ شرعیات میں کوئی امر تب تک دلیل نہیں بن سکتا جب تک وہ ادلہ قاطعہ سے ثابت نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

نقول: لا ینتصب الشئ دلیلا و علما فی الشرعیات الا بدلالة قاطعة، فانه لو ثبت بما لا یقطع به لاحتیج الی اثبات مثبتہ ثم یتسلسل القول فیہ الی ما لا یتناهی۔⁵

خود امام الحرمین کا مذہب بھی اصول فقہ کی قطعیت کے بارے میں یہی ہے کہ اصول فقہ قطعی ہیں اور ان کا اثبات بھی قطعی دلائل سے ہونا چاہیے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب (البرهان) میں لکھتے ہیں کہ اصول فقہ سے مراد ادلہ نقلیہ ہیں جن کے اقسام قرآن، سنت متواترہ اور اجماع ہیں۔ پھر انہوں نے یہ اعتراض ذکر کیا ہے کہ اخبار آحاد اور قیاسات کی تفصیل تو قطعی نہیں حالانکہ ان کا ذکر صرف اصول فقہ میں کیا جاتا ہے۔ جواب میں وہ لکھتے ہیں کہ اصولی کام صرف قطعی دلائل کے ذکر کرنے سے ہے تاکہ ان پر عمل ہو سکے باقی غیر قطعی امور صرف اس وجہ سے ذکر کی جاتی ہیں کہ مدلول ظاہر ہو اور دلیل کا اس سے ربط قائم ہو۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

فان قیل فما اصول الفقه؟ قلت: ہی ادلتہ، وادلۃ الفقه ہی الادلۃ السمعیۃ، واقسامہا نص کتاب، ونص السنۃ المتواترۃ، والاجماع، ومستند جمیعہا قول اللہ تعالیٰ۔

فان قیل: تفصیل اخبار الاحاد والاقیسة لا یلفی الا فی الاصول ولیست قواطع۔

قلنا: حظ الاصولی ابانۃ القاطع فی العمل بها، ولكن لابند من ذکرہا لیتبین المدلول ویرتبط الدلیل

بہ۔⁶

امام الحرمین الجوبینی کے افکار کے آئین اور ان کے شاگرد رشید امام غزالی نے بھی (المستصفی) میں یہی موقف اختیار کیا ہے چنانچہ وہ قول صحابی کے حجت نہ ہونے پر بحث کرتے ہوئے خصم کے دلائل اثبات کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خصم جن دلائل سے اپنا مدعی ثابت کرنا چاہتا ہے وہ اخبار آحاد ہیں اور اصول احکام کا اثبات قطعی دلائل سے کیا جاتا ہے نہ کہ خبر واحد سے۔ چنانچہ امام غزالی لکھتے ہیں:

کیف وجمیع ما ذکرہ اخبار الاحاد، ونحن اثبتنا القیاس والاجماع و خبر الواحد بطرق قاطعة لا بخبر

الواحد، وجعل قول الصحابی کقول رسول اللہ ﷺ وخبرہ اثبات اصل من اصول الاحکام و

مدارکہ، فلا یتثبت الا بقاطع کسائر الاصول۔⁷

علامہ شاطبی المواقفات کے کتاب اول کے مقدمات میں سے پہلے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ اصول فقہ قطعی ہیں نہ کہ ظنی کیونکہ ان کا مرجع کلیات شریعت ہے اور جن امور کا مرجع کلیات شریعت ہو وہ قطعی ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام شاطبی لکھتے ہیں:

المقدمة الاولى: ان اصول الفقه فی الدین قطعیة لا ظنیة، والدلیل علی ذلك انها راجعة الی کلیات

الشریعة، وما کان كذلك فهو قطعی۔⁸

قطعیت اصول فقہ کے دلائل

قائلین قطعیت اصول فقہ کے چیدہ چیدہ دلائل ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل:

علامہ شاطبی نے قطعیت اصول فقہ پر پہلی دلیل یہ ذکر فرمائی ہے کہ اصول شریعت کی بناء یا تو اصول عقلیہ پر ہے اور یا شریعت کے احکام کے تتبع و استقراء پر۔ ان دونوں کے علاوہ اصول و کلیات وضع کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے اور مذکورہ بالا دونوں طریقے قطعی ہیں۔ کیونکہ عقلیات میں ظن کافی نہیں ہوتا اور شریعت کے موارد و مصادر محدود ہیں اس لئے ان کا استقراء تام ممکن ہے۔ سواب جو بھی اصل وضع ہو گا وہ یا تو عقلی اصول پر مبنی ہو گا یا شریعت کے احکام کے تتبع پر اور یا پھر دونوں سے مرکب ہو گا۔ اور ہر حالت میں اس کا قطعی ہونا واضح ہے۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

انها ترجع اما الى اصول عقلية وهي قطعية، واما الى الاستقراء الكلي من ادلة الشريعة، وذلك قطعي ايضا، ولا ثالث لهما الا المجموع منهما، والمولف من القطعيات قطعي، وذلك اصول الفقه.⁹

نقد دلیل:

علامہ شاطبی کی مذکورہ بالا دلیل حسب ذیل وجوہ کی بناء پر مخدوش ہے۔

اس دلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خود قطعیت اصول فقہ کے قائلین بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اصول فقہ میں بعض اصول کی بناء ظنی امور پر ہے، پھر اس میں دو طرح کی تاویل کرتے ہیں۔ بعض حضرات تو ان امور کو اصول کے زمرے سے ہی نکالنے کی بات کرتے ہیں تاکہ اصول فقہ کی قطعیت برقرار رہ سکے جیسا کہ قاضی باقلانی اور امام الحرمین کا مذہب ہے۔ چنانچہ قاضی باقلانی فرماتے ہیں کہ اصول فقہ میں جو اصول قطعی نہ ہوں وہ اصول میں شمار ہی نہیں۔ اور امام الحرمین (البرہان) میں لکھتے ہیں کہ اصولی کام صرف قطعی اصولوں کو ذکر کرنا ہے باقی غیر قطعی امور کا ذکر عارض کی وجہ سے ہوتا ہے۔

جبکہ امام شاطبی اس اعتراض کا جواب یوں دیتے ہیں کہ جو اصول بالذات قطعی نہیں ہوتے ان کی بناء بھی کسی قطعی دلیل پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ بھی بالواسطہ قطعی بن جاتے ہیں۔

اس سے اتنی بات تو بلاشبہ ثابت ہوئی کہ قطعیت کے قائلین بھی کسی درجہ میں اصول فقہ میں ظنیات کو تسلیم کرتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ امام شاطبی کا مذکورہ بالا جواب بھی مخدوش ہے کیونکہ اگر کسی امر کی قطعیت کے لئے یہ کافی ہوتا کہ اس کی بناء کسی دوسرے قطعی امر پر ہو چاہے وساطت کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو تو پھر توفروع و جزئیات کا قطعی ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ ان کی بناء بھی اصول پر ہوتی ہے اور اصول قطعی ہوتے ہیں۔

دوسری دلیل:

اگر کلیات شرعیہ قطعی نہ ہوتے تو ان کے ساتھ ظن کا متعلق ہونا جائز ہوتا اور انہیں کے واسطے سے پوری شریعت کے ساتھ ظن کا تعلق ممکن ہوتا کیونکہ شریعت بھی مجموعی طور پر ایک کلی ہے اور ظن کے تعلق کی وجہ سے شک کا تعلق ہوتا جس کی وجہ سے شریعت کے کلیات و اصول میں تغیر و تبدل ممکن ہوتا حالانکہ شریعت کے کلیات و اصول کے ساتھ ظن و شک اور تغیر و تبدل کا متعلق ہونا عادیہ ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ سو اس سے ثابت ہوا کہ شریعت کے اصول و کلیات قطعی ہیں ظنی نہیں ہیں۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

اصول فقہ: قطعیت و ظنیت کے قدیم و جدید موافق کا تحقیقی جائزہ

لو جاز تعلق الظن بکلیات الشریعة لجاز تعلقه باصل الشریعة، لانه الکلی الاول، وذلک غیر جائز عادة، اعنی بالکلیات هنا الضروریات و الحاجیات و التحسینیات، وایضا لو جاز تعلق الظن باصل الشریعة لجاز تعلق الشک بها، وهی لا شک فیها، ولجاز تغیرها و تبدیلیها، وذلک خلاف ما ضمن الله عز و جل من حفظها۔¹⁰

نقد و دلیل:

اس دلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس طرح تو تمام فروع و جزئیات کو بھی قطعی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ جزئیات کی بناء کلیات پر ہوتی ہے۔ پس جب کلیات کی بناء اصل شریعت پر ہے اور ان میں ظن کا جواز اصل شریعت میں تعلق ظن کے جواز پر منتج ہو سکتا ہے تو اسی طرح جزئیات کے توسط سے کلیات کے ساتھ بھی ظن متعلق ہو سکتا ہے۔ سو جزئیات بھی قطعی ہونی چاہیے۔

تیسری دلیل:

اگر امر ظنی کا اصل بننا اصول فقہ میں جائز ہوتا تو پھر اصول دین میں بھی یہ روار کھا جاتا کیونکہ دونوں قسم کے اصول کی نسبت شریعت کی طرف ایک طرح کی ہے اگرچہ مرتبہ کے اعتبار سے دونوں میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ اصول دین میں سے کوئی اصل ظنی نہیں ہے، سو اصول فقہ میں بھی اصل ظنی نہیں ہو سکتا۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

لو جاز جعل الظنی اصلا فی اصول الفقه لجاز جعله اصلا فی اصول الدین، ولیس كذلك باتفاق، فکذلک هنا، لان نسبة اصول الفقه من اصل الشریعة کنسبة اصول الدین، وان تفاوتت فی المرتبة، فقد استوت فی انها کلیات معتبرة فی کل ملة، وهی داخلة فی حفظ الدین من الضروریات۔¹¹

نقد و دلیل:

اس دلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اصول فقہ کا مذکورہ بالا موازنہ اصول دین کے ساتھ درست نہیں ہے کیونکہ نہ تو اصول فقہ میں سے ہر اصل تمام ملل میں معتبر رہا ہے اور نہ ہی ہر اصل حفظ دین کے لئے ضروریات میں سے ہے۔ اس دلیل پر شیخ عبد اللہ دراز نے بھی موافقات پر اپنی تعلیقات میں رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دلیل خطابی ہے یعنی کسی ٹھوس عقلی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ پھر آگے لکھا ہے کہ امام شاطبی کو اس قسم کی دلیل کم از کم اس مقام پر جہاں وہ مسائل اصول کی قطعیت پر استدلال کرنا چاہتے ہیں ذکر نہیں کرنی چاہئے تھی۔ شیخ عبد اللہ دراز کی عبارت ملاحظہ ہو۔

استدلال خطابی لانه لا یتاتی اعتبار ذلک فی جمیع مسائل الاصول حتی ما اتفقوا علیہ منها، انما المعتبر فی کل ملة بعض القواعد العامة فقط، وکان یجدد به وهو فی مقام الاستدلال العام علی قطعیة مسائل الاصول و مقدماتها الا یدکر مثل هذا الدلیل۔¹²

امام شاطبی کے مذکورہ بالا دلائل پر علامہ طاہر بن عاشور کا تبصرہ

علامہ طاہر ابن عاشور نے (مقاصد الشریعة الاسلامیة) میں دو جگہ امام شاطبی پر اس مسئلہ میں تنقید کی ہے۔

ایک جگہ مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام شاطبی نے موافقات میں اصول فقہ کی قطعیت پر دلائل قائم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی فائدہ کی بات نہیں کہی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وقد حاول ابو اسحاق الشاطبي في المقدمة الاولى من كتاب الموافقات على كون اصول الفقه قطعية فلم ياتي بباطل¹³ -

پھر قسم اول میں مقاصد شریعت کی قطعیت و ظنیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شاطبی نے اصول فقہ کی قطعیت ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی ہے مگر ان کے دلائل مقدمات خطابیہ، اور سوفسطائیہ سے مرکب ہیں اور وہ اپنے دعویٰ پر کوئی چھنی ہوئی خالص ٹھوس دلیل نہ لاسکے¹⁴۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وابو اسحاق الشاطبي حاول في المقدمة من كتابه عنوان التعريف طريقة اخرى لاثبات كون اصول الفقه قطعية، وهي طريقة لا يوصل منها الا قوله: (الدليل على ذلك انها راجعة الى كليات الشريعة وما كان كذلك فهو قطعي ---) ثم ذهب يستدل على ذلك بمقدمات خطابية و سوفسطائية، اكثرها مدخول و مخلوط غير منخول¹⁵ -

چوتھی دلیل:

امام الحرمین الجوبینی نے (تلخیص التقریب) میں قاضی باقلانی کے حوالے سے قطعیت اصول فقہ پر ایک دلیل یہ ذکر کی ہے کہ شریعات میں کسی امر کے دلیل بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دلالت قطعیت سے ثابت ہو کیونکہ اگر دلیل کسی ایسے امر سے ثابت ہو جو خود قطعی نہ ہو تو پھر اس دلیل کے مثبت کاثبات کرنا پڑے گا اور یہ تسلسل تب تک لازم آئے گا جب تک کسی قطعی دلیل سے اثبات نہ ہو جائے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

نقول: لا ينتصب الشيء دليلا و عَمَّا في الشرعيات الا بدلالة قاطعة، فانه لو ثبت بما لا يقطع به لاحتيج الى اثبات مثبتة ثم يتسلسل القول فيه الى ما لا يتناهى¹⁶۔

نقد دلیل:

اس دلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں تسلسل غیر مسلم ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ مثبت خود ظنی ہو اور اس کا اثبات کسی قطعی دلیل سے ہو جائے جیسا کہ تفصیل اخبار آحاد اور قیاسات خود ظنی ہیں مگر ان کا اثبات قطعی دلائل سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً اخبار آحاد اور قیاسات کی ظنیت پر امام الحرمین کا حوالہ گزر چکا ہے کہ

فان قيل: تفصيل اخبار الاحاد والاقيسة لا يلفي الا في الاصول وليست قواطع¹⁷۔

اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ ان کاثبات قطعی دلائل سے ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ونحن اثبتنا القياس والاجماع و خبر الواحد بطرق قاطعة لا بخبر الواحد¹⁸۔

دوسرا موقف

دوسرا موقف ان اصولیین کا ہے جو بعض اصول کی قطعیت اور بعض اصول کی ظنیت کے قائل ہیں۔ ان میں ابو الحسن البصری، قاضی ابو الطیب الطبری، قاضی ابو یعلیٰ، امام فخر الدین الرازی، مجد الدین ابن تیمیہ، کمال الدین ابن الممام اور علامہ طاہر

ابن عاشور شامل ہیں۔

سرد عبارات سے قبل اس نکتہ کی وضاحت مناسب ہے کہ اصول فقہ کے دو پہلوں الگ الگ ہیں۔ ایک پہلو علمی و اعتقادی ہے اور دوسرا عملی و تطبیقی، جہاں تک علمی پہلو کا تعلق ہے سو اس کے لئے اصول کا اثبات قطعی دلائل سے ہونا ناگزیر ہے کیونکہ جب تک کوئی اصل دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں ہوگی تب تک وہ اعتقاد جازم کے لئے موجب و مستلزم نہیں ہوگی، تاہم عملی و تطبیقی پہلو کے لئے کسی اصل کا ایسے دلائل سے اثبات کافی ہے جو مفید غلبہ ظن ہو۔ اس نکتہ کی توضیح کئی اصولیین نے فرمائی ہے۔ علامہ قاضی ابویعلیٰ نے (العدة فی اصول الفقہ) میں مسائل اصول فقہ پر اخبار آحاد سے استدلال کے متعلق لکھا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اصول کے مسائل کے اثبات میں خبر واحد دلیل نہیں بن سکتی تو یہ جواب دیا جائے گا کہ مسائل اصول دو امور کو متضمن ہیں ایک علم و اعتقاد اور دوم عمل و تطبیق، پس عمل و تطبیق کے لئے خبر واحد سے استدلال درست ہے اور علم و اعتقاد کے واسطے کوئی قطعی دلیل تلاش کرنی پڑے گی کیونکہ کسی اصل کا علم و اعتقاد الگ مسئلہ ہے اور اس پر عمل الگ مسئلہ ہے۔ چنانچہ علامہ لکھتے ہیں:

فان قيل : فهذا من اخبار الاحاد ، وهذه مسألة اصل فلا يكون دليها خبر واحد ،

قيل : مسألة الاصل تتضمن علما وعملا ، فيجب ان يثبت العمل فيه بالخبر ، ويكون العلم دليها شني
اخر لان العلم مسألة ، والعمل به مسألة اخرى -¹⁹

اسی طرح امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب (المحصل) میں اخبار آحاد کے ذریعے قیاس کی حجیت کے اثبات پر وارد ہونے والے اعتراض کا یہی جواب دیا ہے کہ ہم اخبار آحاد سے حجیت قیاس کی قطعیت ثابت نہیں کر رہے بلکہ ظنیت ثابت کر رہے ہیں اور غلبہ ظن عمل کے لئے کافی ہوتا ہے۔ چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں:

قوله : انه خبر واحد

قلنا : هب انه كذلك ، لكن لا نثبت به القطع بكون القياس حجة بل ظن كونه حجة²⁰ -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس بات پر تو تمام اصولیین متفق ہیں کہ علمی طور پر کوئی اصل تب ہی اعتقاد جازم کے لئے موجب بنتی ہے جب اس کا اثبات دلائل قطعیہ سے ہو جائے، تاہم اس نکتہ میں اختلاف ہے کہ جزئیات پر اصول کی عملی تطبیق کے واسطے ان اصول کا ظنی ثبوت کافی ہے یا پھر ان کی عملی اجراء کے واسطے بھی دلائل قطعیہ سے اثبات لازمی ہے۔ اس بارے میں جو علماء عملی تطبیق کے لئے بھی قطعیت کے قائل ہیں ان کا موقف ماقبل میں بیان ہوا۔ اب ذیل میں ان علماء کا موقف ذکر کیا جاتا ہے جو اصول فقہ کی عملی تطبیق کے لئے ظنیت کو کافی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ محقق مطلق کمال الدین ابن الہمام اپنی کتاب (التحریر فی اصول الفقہ) میں لکھتے ہیں کہ مسائل اصول فقہ کے لئے اعتقاد جازم یعنی قطعیت ضروری نہیں ہے بلکہ صرف ظنیت کافی ہے۔ اس قول کی تشریح کرتے ہوئے ابن الہمام کے شاگرد علامہ ابن امیر الحاج التحریر کی شرح (التقریر و التبصیر) میں لکھتے ہیں کہ مسائل اصول فقہ ان کلیات میں سے ہیں جن میں محمول کی نسبت موضوع کی طرف کرنے میں ظن کافی ہوتا ہے۔ مسائل اصول فقہ سے مراد وہ کلیات و اجمالی ادلہ ہیں جو خصوصی ادلہ تفصیلیہ پر منطبق ہوتے ہیں۔ جیسے الامر للوجوب کا انطباق اقبوا الصلاة پر، النهی التحريم کا انطباق لا تقربوا الزنا پر، تخصیص العام بجزو کا انطباق لا تقتلوا النساء و الصبيان پر وغیرہ۔ مطلب یہ کہ مسائل اصول فقہ کے اثبات اور ادلہ تفصیلیہ پر ان کے انطباق کے لئے ظن

غالب کافی ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن امیر الحاج لکھتے ہیں:

قال المصنف: لان هذه القواعد التي هي مسائل اصول الفقه ما يكفي الظن في ان تنسب الى موضوعاتها، وهي الكليات الجارية على خصوصيات الادلة التفصيلية احكامها، كالامر للوجوب والنهي للتحريم، وتخصيص العام بيجوز، والمشارك لا يعم، وخبر الواحد مقدم على القياس الجاريات على اقيمو الصلاة، ولا تقربوا الزنى، ولا تقتلوا النساء والصبيان، وخبر القهقهة وغير ذلك²¹ -

علامہ ابن الہمام کے مذکورہ بالا قول کی تشریح شیخ محمد امین جو کہ امیر بادشاہ کے نام سے معروف ہیں نے اپنی کتاب التخریر کی شرح (تیسیر التحرير) اسی طرح کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ مسائل اصول فقہ کے محمولات کو اپنے موضوعات کے لئے ثابت کرنے کے لئے ظن کافی ہوتا ہے۔ اس کے بعد شیخ امیر بادشاہ نے بھی وہی مثالیں ذکر کی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

نقل سند المنع عن المصنف، ومحصولة ان الظن يكفي في اثبات محمولات مسائل الاصول لموضوعاتها نحو الامر للوجوب والنهي للحرمة وتخصيص العام بيجوز و المشارك لا يعم، وخبر الواحد مقدم على القياس، فانها غير قطعية لعدم قطعية ادلتها وربما لم يكن مطابقا للواقع²² -

قاضی ابو یعلیٰ نے اپنی کتاب (العدة في اصول الفقه) میں اس موقف کے اثبات کے لئے ایک اور انداز اختیار کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی اخبار آحاد کے ذریعے اصولی مسائل کے اثبات پر اعتراض کرے تو ہم جواب دیں گے کہ مسائل اصول بھی مسائل شرعیہ میں سے ہیں پس جس طرح باقی مسائل شرعیہ کے لئے ظن کافی ہوتا ہے ایسے ہی اصول کے لئے بھی کافی ہونا چاہیے۔

فن قيل: هذه اخبار آحاد فلا يجوز الاحتجاج بها في مثل هذه المسئلة -

قيل: هذه مسئلة شرعية، طريقتها مثل مسائل الفروع، ليس للمخالف فيها طريق تمكنه ان يقول: انه موجب للقطع²³ -

امام فخر الدین رازی (المحصل) میں اصول فقہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصول فقہ طرق فقہ کے مجموعہ سے عبارت ہے۔ پھر آگے لفظ طرق کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ طرق سے مراد ادلہ اور امارات دونوں ہیں۔ اصولی مسائل اصول قطعیہ کو دلائل اور ظنیہ کو امارات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام رازی اصول فقہ میں قطعی و ظنی دونوں نوع کے اصول کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

المحصل للرازی: اصول الفقه: عبارة عن مجموع طرق الفقه على سبيل الاجمال، وكيفية الاستدلال بها، وكيفية حال المستدل بها... وقولنا: (طرق الفقه)، يتناول الادلة والامارات²⁴ -

(المسودة في اصول الفقه) جسے تیمیہ خانوادے کے تین ائمہ کبار نے لکھا ہے میں اس موقف کو اکثر فقہاء و متکلمین کا موقف قرار دیا گیا ہے، چنانچہ (المسودة) میں ہے کہ مسائل اصول خبر واحد، قیاس اور مفید ظن غالب امارت سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ یہی اکثر فقہاء اور متکلمین کا مذہب ہے۔ (المسودة) کی عبارت ملاحظہ ہو:

مسئلة: تثبت مسائل الاصول بخبر الواحد والقياس والامارة المودية الى غلبة الظن، وبه قال اكثر الفقهاء والمتكلمين²⁵ -

(الفائق في اصول الفقه) میں علامہ صفی الدین اصول فقہ کی تعریف میں لفظ ادلہ کی تشریح کرتے ہوئے صریح الفاظ میں

اصول فقہ: قطعیت و ظنیت کے قدیم و جدید مواقف کا تحقیقی جائزہ

لکھتے ہیں کہ ادلہ سے ہماری مراد تمام ادلہ ہیں چاہے مفید قطع ہوں یا مفید ظن ہوں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اصول الفقہ، جمع ادلۃ الفقہ، من حیث انہا ادلۃ علی سبیل الاجمال، وکیفیۃ الاستدلال، وحوال
المستدل بہا، ونعنی بالادلۃ ما یفید القطع والظن۔²⁶

اس موقف کے سب سے بڑے مومّد علامہ طاہر ابن عاشور ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب (مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ) میں مقاصد شریعت کی ضرورت و اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عام طور پر لوگوں کا گمان یہ ہے کہ فقہی احکام میں اختلاف کے وقت احتجاج کے لئے علم اصول فقہ میں موجود دلائل ضروریہ قطعہ کافی ہیں حالانکہ جب وہ اس فن میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں تو انہیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسائل اصول فقہ میں تو اکثر مسائل میں محققین کا اختلاف ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ان ائمہ پر رد کیا ہے جو اصول فقہ کی قطعیت کے قائل ہیں جیسے امام الحرمین، علامہ قرانی، امام شاطیہ وغیرہ۔

علامہ طاہر ابن عاشور کی عبارت ملاحظہ ہو:

وقد یظن ظان ان فی مسائل اصول الفقہ غنیۃ لمطلب هذا الغرض، بید انہ اذا تمکن من علم
الاصول رای رای الیقین ان معظم مسائلہ مختلف فیہا بین النظار۔²⁷

موقف ثانی کے دلائل

اصول فقہ کی عملی تطبیق میں ظن کے کافی ہونے کے لئے حسب ذیل دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے۔

دلیل اول:

یہ ایک متفق علیہ بات ہے کہ مسائل شریعت کے اثبات کے لئے ظن کافی ہوتا اور اصول فقہ بھی جملہ مسائل شریعت میں سے ہے اس لئے یہاں بھی عمل کے واسطے ظن کافی ہونا چاہیے۔ چنانچہ قاضی ابو یعلیٰ (العدۃ فی اصول الفقہ) میں یہی دلیل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان قیل : هذه اخبار آحاد فلا يجوز الاحتجاج بها في مثل هذه المسئلة۔

قیل: هذه مسئلة شرعیة، طریقها مثل مسائل الفروع، لیس للمخالف فیہا طریق تمکنہ ان یقول: انہ
موجب للقطع۔²⁸

دلیل دوم:

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اصول فقہ کی وضع فقہی جزئیات کے استنباط کے واسطے کی گئی ہے اس لئے اصول فقہ کی نسبت فقہی مسائل کے لئے وسیلہ کی ہے۔ اب جب فقہی جزئیات کا اثبات ظنی دلائل سے مسلم ہے تو ان کے لئے بطور وسیلہ وضع کئے گئے اصول کے اثبات کے لئے قطعیت کی قید چہ معنی دار؟

دلیل سوم:

اصول فقہ کے بعض مسائل ایسے ہیں جن میں دلیل قطعی کے عدم وجود کی وجہ سے اس تک رسائی ناممکن ہوتی ہے پس ایسے مسائل میں قطعیت کی شرط کیونکر لگائی جاسکتی ہے جن میں قطعی دلائل کا وجود ہی نہیں ہوتا؟ جیسے مثال کے طور پر کتاب اللہ کے عموماًت میں خبر واحد کے ذریعے تخصیص کرنے کے مسئلہ میں دلیل قطعی کہاں سے لائی جائے گی؟ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں مدعیان قطعیت اصول فقہ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ قاضی ابو بکر باقلانی نے دلیل قطعی نہ ہونے کی وجہ سے توقف اختیار

کیا ہے، جبکہ امام غزالی نے مسئلہ کو ظنی قرار دیتے ہوئے اثبات مسئلہ کا مذہب اپنایا ہے۔ سو اصول فقہ میں اس نوع کے مسائل بھی پائے جاتے ہیں جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اصول میں قطعیت کا قول مرجوح ہے۔
نتائج البحث:

ما قبل بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصول فقہ کی قطعیت و ظنیت کے بارے میں مطلقاً قطعیت کا قول کرنے والوں کا مذہب ضعیف و مرجوح ہے جبکہ جو اصولیین بعض اصول کو قطعی اور بعض کو ظنی قرار دیتے ہیں اور اثبات اصول کے لئے بھی دلائل قطعیه کو شرط قرار نہیں دیتے ان کا موقف راجح ہے۔ مطلقاً اصول فقہ کی قطعیت کے بارے میں جن دلائل کا سہارا لیا جاتا ہے وہ نقد سے سالم و محفوظ نہیں ہیں۔ اس لئے راجح یہی ہے کہ اصول فقہ میں بعض اصول ظنی بھی ہیں، ہاں جو امہات المسائل ہیں جیسے حجیت کتاب اللہ اور حجیت حدیث و اجماع و قیاس و خبر واحد (شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے) وغیرہ مسائل قطعی ہیں۔



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).

حواشی و حوالہ جات

1 قرانی، شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس، نفاکس الاصول فی شرح المحصول، مکتبۃ مصطفیٰ نزار، ج 3، ص 1247
Qarafi Shahab al-Din Abu al-Abbas Ahmad bin Idris, Nafa'is al-Usul fi Sharh al-Mahsul, Maktabah Mustafā Nizar, Vol. 3, P: 1247

2 ایضاً

Ibid

3 ابن عاشور، محمد بن طاهر بن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، دار النفاکس للنشر و التوزیع الاردن، ص 173
Ibn Ashur, Muhammad bin Tahir bin Ashur, Maqasid al-Shari'ah al-Islamiyah, Dar al-Nafa'is lil Nashr wal Tawzi', Jordan, P: 173

4 جوینی، امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ، کتاب التلخیص فی اصول الفقہ، دار البشائر الاسلامیہ، ج 3، ص 213
Juwayni, Imam al-Haramayn Abu al-Ma'ali Abdul-Malik bin Abdullah, Kitab al-Talkhis fi Usul al-Fiqh, Dar al-Bashair al-Islamiyyah, Vol. 3, P: 213

5 کتاب التلخیص فی اصول الفقہ، ج 3، ص 443

Kitab al-Talkhis fi Usul al-Fiqh, Vol. 3, P: 443

6 جوینی، امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف الجوینی، البرهان فی اصول الفقہ، طبع: قطر، ج 1، ص 85
Juwayni, Imam al-Haramayn Abu al-Ma'ali Abdul-Malik bin Yusuf al-Juwayni, Al-Burhan fi Usul al-Fiqh, Printed: Qatar, Vol. 1, P: 85

7 غزالی، ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی، المستصفی من اصول الفقہ، طبع بتحقیق احمد زکی حماد، ج 1، ص 319
Ghazali, Abu Hamid Muhammad bin Muhammad bin Muhammad al-Ghazali, Al-Mustasfa min Usul al-Fiqh, printed with the verification of Ahmed Zaki Hammad, Vol. 1, P: 319

8 شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد، الموافقات، دارالکتب العلمیہ، ج 1، ص 19
 Shatibi, Ibrahim bin Musa bin Muhammad, Al-Muwafaqat, Dar al-Kutub al-Ilmiyah, Vol. 1, P: 19

9 ایضاً

Ibid

10 ایضاً

Ibid

11 ایضاً

Ibid

12 ایضاً

Ibid

13 مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص: 172

Maqasid al-Shari'ah al-Islamiyah, P: 172

14 علامہ طاہر ابن عاشور کے اس جواب سے شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ وہ امام شاطبی کی عظمت شان اور ان کی کتاب الموافقات کی علمی مرتبت کے قائل نہ تھے۔ سو یہ شبہ بالکل غلط ہے کیونکہ مذکورہ بالا اختلاف صرف ایک علمی اختلاف کی حد تک ہے باقی علامہ ابن عاشور نے اپنی کتاب مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ میں کئی مواقع پر علامہ شاطبی کی مدح و ثنائیان کی ہے اور ان کی کتاب الموافقات کی علمی منزلت کا اعتراف کیا ہے۔

دیکھئے: مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ کا مقدمہ

See: Maqasid al-Shari'ah al-Islamiyah

15 مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ص: 234

Maqasid al-Shari'ah al-Islamiyah, P:234

16 کتاب التلخیص فی اصول الفقہ، ج 3، ص 443

Kitab al-Talkhis fi Usul al-Fiqh, Vol. 3, P: 443

17 البرہان فی اصول الفقہ، ج 1، ص 85

Al-Burhan fi Usul al-Fiqh, Vol. 1, P: 85

18 المستصفی من اصول الفقہ، ج 1، ص 319

Al-Mustasfa min Usul al-Fiqh, Vol. 1, P: 319

19 قاضی ابویعلیٰ، ابویعلیٰ محمد بن الحسین، العدة فی اصول الفقہ، ج 2، ص 459

Qazi Abu Ya'la, Abu Ya'la Muhammad bin al-Husayn, Al-'Iddah fi Usul al-Fiqh, Vol. 2, P: 459

20 رازی، فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین، المحصول فی علم اصول الفقہ، ج 5، ص 47

Razi, Fakhr al-Din Muhammad bin Umar bin al-Husayn, Al-Mahsul fi 'lam Usul al-Fiqh, Vol. 5, P: 47

21 ابن امیر الحاج، ابو جعفر محمد بن حسین حسینی، التقریر والتخیر لابن امیر الحاج الحلبي علی التقریر فی اصول الفقہ، دارالکتب العلمیۃ، ص 40

Ibn Amir al-Haj, Abu Ja'far Muhammad bin Husayn Husaini, Al-Taqrer wal Tahbir li-Ibn Amir al-Haaj al-Halabi 'ala al-Tahreer fi Usul al-Fiqh, Dar al-Kutub al-Ilmiyah, P: 40

22 امیر بادشاہ، محمد امین حسینی الحنفی، تیسیر التقریر، ج 1، ص 15

- Amir Badshah, Muhammad Amin al-Husayni al-Hanafi, Taysir al-Tahreer, Vol. 1, P: 15*
23 العدد فى اصول الفقه، ج 2، ص 459
- Al-'Iddah fi Usul al-Fiqh, Vol. 2, P: 459*
24 المخصوص فى علم اصول الفقه، ج 5، ص 80
- Al-Mahsul fi 'lam Usul al-Fiqh, Vol. 5, P: 80*
25 ابن تيمية، احمد بن عبد الحليم، المسودة فى اصول الفقه، مطبع المدنى، قاهره، ص 473
- Ibn Taymiyyah, Ahmad bin Abdul Halim, Al-Musawwadah fi Usul al-Fiqh, Matba'ah al-Madani, Cairo, P: 473*
26 حنفى الدين محمد، الفائق فى اصول الفقه، دار الكتب العلميه، ج 1، ص 35
- Safi al-Din Muhammad, Al-Faiq fi Usul al-Fiqh, Dar al-Kutub al-Ilmiyah, Vol. 1, P: 35*
27 مقاصد الشريعة الاسلاميه، ص: 166
- Maqasid al-Shari'ah al-Islamiyah, P: 166*
28 العدد فى اصول الفقه، ج 2، ص 459
- Al-'Iddah fi Usul al-Fiqh, Vol. 2, P: 459*